© rasailojaraid.com

افادات علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

از مولانا قمر الدین صاحب سہریادی استاذ جامعۃ الہیات کانپور

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" عسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئاً و ھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لاتعلمون (البقرہ - ۲۱۶) اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمہیں کوئی امر مرغوب ہو اور وہ تمہارے لئے باعث خرابی ہو، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا (نساء ۱۹) اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر بہت بڑی منفعت رکھدے۔

پہلی آیت جہاد کے بارے میں ہے جو قوت غضبیہ کے کمال کا نتیجہ ہے اور دوسری آیت نکاح کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو شہوانی قوت کی آخری حد ہے۔

انسان دشمن سے مقابلہ کرنا اس لئے ناپسند کرتا ہے کہ اسے اپنی جان کا خطرہ اور خوف ہوتا ہے حالانکہ بسا اوقات انسان جس چیز کو ناپسند کرتا ہے وہی "ناپسندیدہ شے" اس کی دنیا و آخرت اس کی دینی و دنیوی دونوں زندگیوں کے لئے بہتر ہوتی ہے۔ انسان دشمن سے صلح و آشتی کرنا چاہتا ہے لیکن اس کی نگاہیں اس حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتیں کہ یہ "صلح و آشتی" اس کی دونوں زندگیوں کے لئے وبال ہے اسی طرح ایک انسان اپنی بیوی سے کسی ظاہری بدگمانی کی بنا پر بیزار رہتا ہے لیکن اگر وہ سوچ و سمجھ سے کام لے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس سے محبت کرنے ہی میں اس کیلئے بھلائی ہے۔ اور ایک دوسرا انسان ہے جو اپنی بیوی سے محض اس کے ظاہری اوصاف اس کے ظاہری حسن و جمال کی بنا پر محبت کرتا ہے حالانکہ اس کی یہ محبت اس کا یہ پیار اس کے لئے سراسر باعث مضرت ہے لیکن انسانی عقل و فہم میں یہ بات کیسے سما سکتی ہے۔ انسان کی تو صحیح تعریف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ وہ ظلوم وجہول ہے اس وجہ سے اسے نہیں چاہئے کہ وہ کسی چیز کے اچھے اور برے ہونے کا معیار اپنی میل و محبت اور اپنی نفرت و بغض کو قرار دے اور نہ اس کے لئے یہی سزاوار ہے کہ وہ کسی شے کو محض اس لئے بری و ناگوار کہے کہ اس کی ظاہر بیں نگاہیں اس میں گھاٹا دیکھ رہی ہیں اور نہ اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ کسی چیز کو محض اپنی خوش گمانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی بنا پر محبوب بنائے۔ بلکہ کسی شے کے اچھے اور برے، محبوب اور مبغوض ہونے کا صحیح معیار، اللہ تبارک و تعالیٰ کی پسندیدگی و ناپسندیدگی ہے۔ جس چیز کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے وہ اس کے لئے سب سے زیادہ محبوب ہو اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے بری دنیا میں کوئی شے نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں انسان کے لئے سب سے زیادہ منفعت بخش شے خدا کی ظاہری اور باطنی اطاعت ہے اور سب سے زیادہ ضرر رساں شے خدا کی معصیت اور نافرمانی ہے۔ بندہ جب مخلصانہ طور سے خدا کی اطاعت میں لگ جاتا ہے تو دنیا کا ہر وہ امر اور ہر وہ شے جسے وہ ناپسند کرتا ہے اس کے لئے خیر و برکت کے سامان بن جاتے ہیں۔ بخلاف اس کے جب انسان پر دنیا کا نقطۂ نگاہ غالب ہو جاتا ہے اور جب دنیا کی رعنائیاں اور دلفریبیاں اس کی نگاہوں میں رچ اور بس جاتی ہیں تو ہر وہ شے جو اس کے نزدیک محبوب و پیاری ہوتی ہے اس کے لئے وبالِ جان بن جاتی ہے۔

یہیں سے یہ حقیقت بھی سمجھ میں آتی ہے کہ جس شخص کو خدا کی صحیح معرفت حاصل ہو گی اور خدا کے اسماء و صفات کو ٹھیک طور سے اس نے سمجھ لیا ہو گا۔ اسے یہ یقین ہو گا کہ دنیا میں جو مکروہات اور جو مصائب اس پر نازل ہوتے ہیں اس میں اس کے لئے بے شمار مصالح اور ان گنت منافع ہیں جس کا ادراک و احاطہ اس کا علم اور اس کی قوت فکر یہ نہیں کر سکتی۔

اسی حقیقت کو مثالوں سے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک باغبان ہے جو باغبانی کے تمام اسرار اور بھیدوں سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کس طور سے ایک عمدہ باغ تیار کیا جا سکتا ہے۔ وہ ایک باغ لگاتا ہے، پانی دیتا ہے۔ گوڑتا ہے کھاد دیتا ہے یہاں تک کہ درخت اس قابل ہو جاتے ہیں کہ ان میں پھل آئے یکایک وہ اٹھتا ہے اور درختوں کی بعض شاخوں کو کاٹ چھانٹ دیتا ہے لیکن کیا یونہی؟ نہیں بلکہ وہ جانتا ہے اگر ان درختوں کو اسی حالت پر چھوڑ دیا گیا تو ان میں عمدہ اور بہترین پھل نہ آئیں گے اور اس کی ساری محنت اکارت جائے گی۔ وہ ایک عمدہ پھل دینے والے درخت سے قلم اتارتا ہے دو درختوں کی شاخوں کو ایک میں ملاتا ہے اور دونوں جب ایک دوسرے سے جڑ جاتی ہیں تو قلم لے لیتا ہے، کمزور شاخ کو کاٹ دیتا ہے اس لئے کہ حکمت و مصلحت کا تقاضا یہی ہے عقلمندی اور دانائی اسی میں ہے وہ درختوں کو کبھی پانی دیتا ہے اور کبھی نہیں دیتا۔ اگرچہ درختوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہمیشہ پانی دینا ان کے لئے مناسب ہے۔ درختوں کی پتیاں جو کہ ان کے لئے زینت کا سامان ہوتی ہیں باغبان بسا اوقات انھیں جھاڑ دیتا ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پتیاں پھل دینے میں حارج ہوں گی۔

اب سوچیے کہ اگر درختوں میں عقل و تمیز اور قوت گویائی ہوتی تو وہ چیخ اٹھتے کہ ہم پر ستم ڈھایا جا رہا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم ظلم کی چھری سے ذبح کئے جارہے ہیں حالانکہ یہ ظلم نہیں عدل ہے ستم نہیں انصاف ہے۔

اب دوسری مثال لیجئے کہ باپ جو بیٹے پر مہربان ہوتا ہے اس کی مصلحتوں سے واقف ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ بیٹے کے لئے کس چیز میں بھلائی و نفع ہے اور کونسی چیز بیٹے کے لئے باعث ہلاکت و بربادی ہے۔ یہ مہربان باپ جب دیکھتا ہے کہ بیٹے کے جسم میں خون فاسد ہے تو اس کی رگوں کو بلا دریغ کاٹ دیتا ہے اس کی جلد پر بلا تکلف نشتر چلا دیتا ہے اور یہیں تک بس نہیں کرتا بلکہ اگر اس کی شفا کسی عضو کے کاٹ دینے سے ہوتی ہے تو وہ اس عضو کے کاٹنے میں بھی کوئی پس و پیش نہیں کرتا۔ اس لئے کہ یہ تمام چیزیں بیٹے کے حق میں سراسر رحمت سراسر شفقت اور سراسر مہربانی ہوتی ہیں۔

اسی طرح اگر وہ بیٹے کی مصلحت اس میں دیکھتا ہے کہ فلاں چیز (مثلاً روپیہ وغیرہ) اُسے نہ دیا جائے تو وہ نہیں دیتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہی چیز آگے چل کر بیٹے کی ہلاکت کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب بن جائے گی۔ اسی طرح وہ بیٹے کو بہت ساری خواہشوں سے روک دیتا ہے اور ایسا وہ بخل سے نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اسی میں اس کے لئے مصلحت و نفع سمجھتا ہے۔

تو اب سوچئے کہ وہ اللہ جو احکم الحاکمین، ارحم الراحمین اور اعلم العالمین ہے اور اپنے بندوں پر اُن کے ماؤں اور باپوں سے زیادہ شفیق و مہربان ہے، وہ اگر بندوں پر کوئی ایسی چیز نازل فرمائے جسے وہ ظاہری طور سے گراں سمجھتے ہوں تو وہ چیز تو بہر حال ان کے لئے خیر و بہتر ہوگی اس لئے کہ اگر انسانوں کو خود مختار بنا دیا جائے تو اپنے لئے علمی اور عملی دونوں طور سے مصالح و منافع کا قیام کر ہی نہیں سکتے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کے معاملات کی تدبیر اپنے ذمہ لے لی ہے خواہ بندے پسند کریں یا ناپسند کریں۔ اور یہی راز ہے جس کی بنا پر وہ لوگ جو اللہ اور اس کے اسماء اور اس کی صفات پر یقین رکھتے ہیں وہ اللہ کے کسی حکم کے بارے میں اس کی ذات کو متہم نہیں قرار دیتے لیکن وہ لوگ جو اس کے اسماء و صفات کے کما حقہ علم و یقین سے عاری ہوتے ہیں وہ اللہ کی تدبیر و تصرف پر جرح کرتے ہیں اس کی حکمت میں رد و قدح، کھوٹ و نقص نکالتے ہیں اس کے احکام کی پیروی نہیں کرتے اور اپنی فاسد عقلوں اور اپنی باطل راؤں اور اپنی ظالمانہ سیاست کی بنا پر اس کے احکام پر طعن کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نہ اللہ کو جانا اور نہ پہچانا ہے اور نہ اپنے مصالح کا ان کو صحیح صحیح علم ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب بندہ کو خدا کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ آخرت سے پہلے ہی ایک ایسی جنت میں زندگی گزارنے لگتا ہے جس کی نعمتیں اور جنت آخرۃ کی نعمتیں بالکل ایک جیسی ہوتی ہیں، کیونکہ یہ معرفت نفس کی اس رضا کا نام ہے جو اللہ کے تمام فیصلوں پر اسے ہوتی ہے، ......
اور اس اطمینان کا نام ہے جو انسان کو اللہ کے تمام احکام پر ہوتا ہے یہی رضا ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ اسلام کا اقرار کہا ہے اور یہی رضا ہی جو دنیا کی جنت ہے اور عارفین کی آرامگاہ ہے۔

انسان کو اللہ کے عدل و حکمت اور اس کی رحمت و مہربانی کی جتنی معرفت ہوگی، اسی اندازے سے اسے یہ رضا حاصل ہوگی۔ اور جس قدر معرفت زیادہ ہوتی جائے گی اسی قدر یہ رضا بڑھتی جائے گی۔

یہ تو اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ اللہ کا فیصلہ بندوں کے درمیان عدل و حکمت کے ساتھ جاری ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مشہور دعا میں فرمایا ہے۔

اللھم انی عبدك وابن عبدك وابن امتك ناصیتی فی یدك ماض فی حکمك عدل فی قضاءك۔ الخ

یعنی اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں میری زمام تیرے ہاتھ میں ہے، ہمارے درمیان تیرا حکم جاری ہے اور تیرے فیصلے ہمارے درمیان سراسر عدل ہیں الخ

اب اس دعا کے "عدلٌ فی قضاءك" کے ٹکڑے کو دیکھئے اس کا مقصود یہ ہے کہ بندہ پر قضا و قدر کے جو فیصلے ہوتے ہیں خواہ وہ سزا و دکھ کے فیصلے ہوں خواہ اُن اسباب کے جو اپنے جلو میں سزا و دکھ لاتے ہیں تمام کے تمام حق ہیں صحیح ہیں، عادلانہ و منصفانہ ہیں، ایک مومن کے لئے باعث خیر و برکت ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲۲) غرض جب انسانی زندگی اس نقطۂ نظر اور اس طرز عمل اور اس تہذیب و تمدن کے مطابق ہوگی تو تمام دنیا کا رنگ مختلف ہو جائے گا اور پھر وہ اپنی فلاح و کامیابی کی راہ سے ملاقات کرے گی تب اس کی اصل اور حقیقی ترقی نمایاں ہوگی۔

© rasailojaraid.com